10488 ـ نفاس کی حد چالیس یوم ہے

سوال

نفاس کی زیادہ سے زیادہ حد کتنی ہے ؟

پسندیدہ جواب

الحمد للہ.

اس مسئلہ میں علماء کرام کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے:

1 ـ اکثر اہل علم کے ہاں نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس یوم ہے چنانچہ اگر چالیس یوم سے زیادہ کو استحاضہ شمار کیا جائیگا، لیکن اگر حیض اس کے ساتھ ہی مل جائے تو اسے حیض شمار کیا جائیگا.

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مسلك ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ سے مشہور روایت یہی ہے جسے امام ترمذی نے سنن ترمذی میں سفیان اور ابن مبارك اور اسحاق وغیرہ اکثر اہل علم سے بیان کیا ہے.

2 ـ امام مالك اور امام شافعی اور امام احمد ایك روایت میں کہتے ہیں کہ اس کی زیادہ سے زیادہ مدت ساٹھ یوم ہے.

3 ـ اور حسن بصری کہ کہنا ہے کہ: چالیس سے پچاس یوم تك نفاس ہے اور اس سے زائد استحاضہ شمار ہوگا.

4 ـ اس کے علاوہ بھی کئی ایك اقوال ہیں جو کہ اجتہادات ہیں جن کی کوئی صحیح دلیل نہیں، صرف پہلے قول کی دلیل درج ذیل حدیث ہے:

ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

" نفاس والی عورتیں چالیس یوم تك انتظار کریں "

اسے ابن جارود نے المنتقی میں روایت کیا ہے.

اور ترمذی وغیرہ میں مسۃ ازدیہ سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کا فرمان ہے:

" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں نفاس والی عورتیں چالیس یوم بیٹھا کرتی تھیں، اور ہم کلف کی بنا پر

اپنے چہروں پر ورس ملا کرتی تھیں"

اسے احمد، ابو داود، ترمذی، اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے.

اس کی سند میں اختلاف ہے، ابن قطان نے " الوھم والایھام " میں اور امام ابن حزم نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اور امام حاکم نے اسے صحیح اور نووی وغیرہ نے اسے حسن قرار دیا ہے.

ابن عبد البر رحمہ اللہ " الاستذکار " میں لکھتے ہیں:

نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت کے مسئلہ میں کوئی جگہ اتباع اور تقلید کے لائق نہیں، صرف جس نے چالیس یوم کا کہا ہے اس کی بات تسلیم کی جائیگی، کیونکہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں، اور ان میں سے اس قول کا کوئی مخالف نہیں.

اس کے علاوہ باقی جتنے بھی اقوال ہیں وہ صحابہ کے علاوہ دوسروں کے ہیں اور ہمارے نزدیك ان کی مخالف کرنا جائز نہیں، کیونکہ صحابہ کرام کا اجماع بعد والوں کے لیے حجت ہے، اور نفس کو بھی ان پر اطمنان حاصل ہوتا ہے، سنت اور ان کے علاوہ کسی ایسی چیزکی طرف کیسے التفات ہو سکتا ہے جس کی کوئی اصل ہی نہ ہو.

اور یہ قول ہی صحیح ہے اس کی کئی ایك وجوہات ہیں:

پہلی وجہ:

یہ قول صحابہ کرام کا ہے، اور ان کا کوئی مخالف نہیں.

دوسری وجہ:

اس مسئلہ میں ان ایام کی تحدید ضروری ہے جس میں نفاس والی عورت بیٹھےگی، اور صحابہ کرام کے اقوال کے علاوہ کسی اور کے قول کی طرف تجاوز کرنا جائز نہیں.

تیسری وجہ:

ڈاکٹروں اور طبیبوں کا بھی قول یہی ہے، جو کہ خون کی معرفت رکھنے والے ہیں اور اس میں مختص ہیں، چنانچہ ان کا قول ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما اور اکثر اہل علم کی رائے کے موافق ہے.

لیکن اکثر اہل علم کے ہاں نفاس کی کم از کم مدت مقرر نہیں، چنانچہ جب عورت کا خون رك جائے تو اس کے لیے غسل کر کے نماز اور روزہ کی ادائیگی ضروری ہے.

امام ابو عیسی ترمذی رحمہ اللہ نے جامع ترمذی میں صحابہ کرام اور تابعین اور ان کے بعد والے اہل علم کا اجماع بیان کیا ہے کہ:

نفاس والی عورت چالیس یوم تك نماز روزہ ترك کرےگی، لیکن اگر وہ اس سے قبل پاك صاف ہو جائے تو غسل کر کے نماز روزہ کی ادائیگی کرنا ہو گی "

واللہ اعلم .